AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
Category Y
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

حجیت حدیث: روایت پسندی اور تجدد پسندی کے مابین ایک تقابلی مطالعہ

The Authority of Hadith: A Comparative Study of Traditionalist and Modernist Perspectives

Muhammad Mubeen Mughal
MPhil Scholar, Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad, Mughalgraphics05@gmail.com

Abstract

This study explores the authority of Hadith as a foundational source of Islamic law and guidance, second only to the Qur'an, by examining the contrasting perspectives of traditionalist and modernist scholars. Traditionalist scholars uphold Hadith as a divinely inspired, indispensable source for interpreting the Qur'an and formulating Islamic law, emphasizing the classical sciences of isnād (chain of transmission) and matn (content analysis) as safeguards of authenticity. In contrast, modernist thinkers, influenced by rationalism, historicism, and Western intellectual currents, challenge the absolute authority of Hadith, arguing for its contextual, selective, or symbolic application in light of reason and changing circumstances. Through a comparative analysis, the paper highlights the epistemological foundations, methodological approaches, and practical implications of both positions. The findings reveal that while the traditionalist stance ensures continuity and preservation of Islamic legal and ethical frameworks, the modernist critique seeks to reconcile faith with modern intellectual trends, often at the risk of fragmenting consensus. This study underscores the enduring significance of the debate on Hadith authority for contemporary Islamic thought and its implications for jurisprudence, theology, and the lived experience of Muslims.

Keywords: Hadith, Authority, Traditionalist Scholars, Modernist Scholars, Islamic Law, Qur'an, Comparative Study

تمہید

اسلامی شریعت کی اساس دو بنیادی مصادر پر قائم ہے: قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ۔ قرآن، وحیِ متلو کے طور پر دین کا بنیادی ماخذ ہے، جبکہ سنت و حدیث، وحیِ غیر متلو کی حیثیت سے قرآن کے اجمال کی تفصیل اور عملی تشریح فراہم کرتی ہے۔ امت مسلمہ کا یہ اجماعی موقف رہا ہے کہ حدیث قرآن کے بعد شریعت کا دوسرا قطعی اور دائمی ماخذ ہے، جس کے بغیر نہ صرف قرآن کے کئی احکام ناقابلِ فہم رہ جاتے ہیں بلکہ اسلام کا عملی نظام بھی ادھورا ہو جاتا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جیسے بنیادی ارکان کی تفصیلات صرف سنتِ نبوی ﷺ کے ذریعے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ تاہم اسلامی تاریخ میں ایسے ادوار بھی گزرے ہیں جن میں حدیث کی حجیت کو محدود یا مشروط کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ ابتدائی صدیوں میں معتزلہ اور خوارج جیسے فرقوں نے اس بحث کو جنم دیا، جبکہ برصغیر میں سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز جیسے مفکرین نے جدید افکار کی روشنی میں حدیث کے مقام پر نظرثانی کی کوشش کی۔

دوسری جانب روایت پسند علماء اور محققین نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا ہے کہ سنتِ نبوی ﷺ دین کا لازمی جزو ہے اور اس سے انکار یا اس کی حجیت کو چیلنج کرنا دراصل شریعت کے ایک بڑے حصے سے انکار کے مترادف ہے۔ انہوں نے علمِ مصطلح الحدیث اور اصولِ جرح و تعدیل جیسے مضبوط علمی طریقہ کار کے ذریعے حدیث کی صحت اور سند کو جانچنے کا ایسا مربوط نظام وضع کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی اور علمی ورثے میں نہیں ملتی۔ اس کے برعکس تجدد پسند فکر عقل، تاریخیت اور جدید تقاضوں کو بنیاد بنا کر حدیث کو محض اخلاقی مثال یا تاریخی ریکارڈ قرار دیتی ہے۔ یہی فکری کشمکش آج کے علمی اور فکری ماحول میں نہایت اہمیت اختیار کر چکی ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف اسلامی قانون اور عقائد کی تعبیر متاثر ہوتی ہے بلکہ نوجوان نسل کے اذہان میں دین کے بنیادی مصادر پر اعتماد بھی متزلزل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں مکاتبِ فکر کے افکار کا تقابلی جائزہ وقت کی ایک اہم علمی ضرورت ہے۔

CC BY

موضوع کا تعارف

اسلامی شریعت کی اساس قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ پر قائم ہے۔ سنت، جو کہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور سیرت پر مشتمل ہے، حدیث کی صورت میں محفوظ کی گئی ہے۔ یہی حدیث اسلامی قانون، اخلاق، عقائد اور عبادات کی عملی شکل کو واضح کرتی ہے، اور قرآن مجید کی تشریح کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اسلامی تاریخ کے آغاز ہی سے علماء کرام نے حدیث کی حفاظت، جمع وتدوین، صحت وضعف، اور اس کی حجیت پر گہرے علمی مباحث قائم کیے۔ حدیث کو حجت تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال دینی لحاظ سے اسی طرح قابل عمل ہیں جیسے قرآن مجید کے احکام۔ چنانچہ اہلِ سنت کا متفقہ موقف رہا ہے کہ حدیث، شریعت کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔

تاہم، جدید دور میں جب عقلیت، تاریخیت، اور سائنسی تنقید جیسے مغربی افکار اسلامی دنیا میں داخل ہوئے، تو بعض تجدد پسند مفکرین نے حدیث کی مطلق حجیت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ ان کے نزدیک تمام احادیث یکساں درجۂ حجیت نہیں رکھتیں، بلکہ انہیں عقل، حالاتِ زمانہ اور تاریخی سیاق وسباق کی روشنی میں پرکھا جانا چاہیے۔ اس تناظر میں روایت پسند علماء اور تجدد پسند مفکرین کے درمیان ایک فکری کشمکش جنم لیتی ہے، جو صرف نظری نہیں بلکہ عملی، فقہی اور اعتقادی سطح پر بھی اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اسی علمی و فکری تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ مقالہ اس بات کا تقابلی جائزہ پیش کرے گا کہ دونوں مکاتبِ فکر حدیث کی حجیت کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں، ان کے دلائل کیا ہیں، اور امتِ مسلمہ کی دینی روش پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔

موضوع کی اہمیت وضرورت

اسلامی تعلیمات کی بنیاد دو اہم اور بنیادی مصادر پر قائم ہے **قرآنِ مجید** اور **سنتِ نبوی ﷺ** جہاں قرآن مجید وحیِ متلو کی حیثیت رکھتا ہے، وہیں حدیثِ نبوی ﷺ وحیِ غیر متلو کے طور پر دینِ اسلام کی تشریح وتوضیح کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے احکام اجمالی انداز میں بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل اور عملی شکل نبی کریم ﷺ کے ارشادات وافعال سے واضح ہوتی ہے۔ اس لیے حدیث کی حیثیت قرآن کے بعد دوسرے بنیادی ماخذ شریعت کی ہے۔ دورِ جدید میں جہاں علوم وفنون کی نئی شاخیں وجود میں آئی ہیں، وہیں مذہبی افکار میں بھی کئی قسم کی فکری تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ان میں خاص طور پر حدیث کی حیثیت پر سوالات اٹھائے گئے۔ تجدد پسند مفکرین نے حدیث کی حجیت، تاریخی حیثیت اور دائرہ کار کو محدود کرنے کی کوشش کی، جب کہ روایت پسند علماء نے اس کے خلاف واضح اور مضبوط علمی دلائل کے ساتھ موقف اپنایا۔ یہ اختلاف محض نظری نہیں بلکہ اس کے عملی اثرات فرد، معاشرہ اور امتِ مسلمہ کی مجموعی دینی فکر پر مرتب ہو رہے ہیں۔

آج کے علمی، فقہی اور فکری ماحول میں اس بحث کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ گئی ہے کہ نوجوان نسل جدید تعلیمات سے متاثر ہو کر دین کے روایتی مصادر پر سوالات اٹھا رہی ہے۔ سوشل میڈیا، تعلیمی اداروں، اور علمی حلقوں میں حدیث کی حیثیت پر جاری مباحثہ نئی نسل کے اذہان میں الجھن پیدا کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں لازم ہے کہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں مکاتبِ فکر کا تحقیقی وتقابلی مطالعہ پیش کیا جائے تاکہ قاری ایک جامع فکری فریم ورک میں یہ سمجھ سکے کہ حدیث کی دینی وتشریعی حیثیت کیا ہے، اسے کیسے پرکھا گیا، اور کس انداز سے اسے رد یا قبول کیا جاتا رہا ہے۔ یہ مطالعہ امت کو فکری توازن، علمی بیداری اور دینی شعور کی سمت گامزن کرنے میں ایک مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

اہل اسلام کا عقیدہ

عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک تمام امت محمدیہ کے علماء وصلحاء اور عوام وخواص سب کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ان شاءاللہ قیامت تک رہے گا، کہ حضور پرنور ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب نبوت ورسالت ہے، آپ ﷺ کا وجود باجود تمام عالم کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ کی حدیث اور سنت امت کے لیے حجت اور مشعل ہدایت ہے، آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اتباع کیمیائے سعادت اور کلید جنت ہے آپ ﷺ کا عشق اور آپ ﷺ کی محبت آخرت میں موجب شفاعت اور جنت میں باعث معیت ومرافقت ہے۔(1)

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا۔(2)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

منکرین حدیث کا عقیدہ

OPEN ACCESS

منکرین حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ، رسول ﷺ کی حیثیت محض ایک قاصد اور ڈاکیہ کی سی ہے اللہ کا پیغام پہنچا دینے کی بعد نبی کو لوگوں سے کچھ کہنے سننے کا حق باقی نہیں رہتا خدائے تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینے کے بعد نبی کی حیثیت عام انسان کی سی ہو جاتی ہے گویا نبی اور امتی سب برابر ہو جاتے ہیں کفار ہمیشہ سے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام سے یہی کہتے آئے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔[3]

(کفار نے انبیاء کرام سے یہ کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے آدمی یعنی ہم کیوں تمہاری سنیں اور کیوں تمہاری اطاعت کریں)۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ منصب نبوت و رسالت کے اعتبار سے نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں بلکہ نبی مسلمانوں کا امیر جماعت اور ناظم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت ہے جیسے ہر زمانہ میں امیر کی اطاعت واجب ہوتی ہے اسی طرح نبی بھی اپنے زمانہ کا امیر اور حاکم ہوتا ہے اسی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب اور لازم ہوتی ہے باقی نبی ہونے کی حیثیت سے نبی کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں۔ صرف اللہ کا حکم واجب العمل ہے۔[4]

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔[5]

سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں۔ غیر اللہ کے حکم کو ماننا شرک ہے۔ کیا ان مدعیان قرآن کے قرآن میں یہ آیت نہیں؟

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔[6]

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

منکرین حدیث سے ایک سوال

منکرین حدیث یہ بتلائیں کہ جب نبی کا قول حجت نہیں تو نبی کا یہ قول کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے کیسے حجت ہوا۔ قرآن کا کلام اللہ ہونا بھی تو نبی ہی کے قول سے معلوم ہوا جو ایک شخص کی خبر ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور ظن حجت نہیں۔ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نبی ہی کے بتلانے سے تو معلوم ہوئی۔

نیز قرآن کریم کے کاتب اور راوی بھی وہی حضرات صحابہ وتابعین ہیں جو حدیث نبوی کے کاتب اور راوی ہیں۔ جو آپ کے نزدیک حجت نہیں اور جو شکوک اور شبہات احادیث کی روایت میں پیش کے جارہے ہیں۔ وہ شکوک اور شبہات قرآن کریم کی روایت اور سند میں بھی جاری ہو سکتے ہیں تو کیا قرآن کی حجیت سے بھی دست بردار ہونے کا ارادہ ہے؟

روایت پسند علماء کا نظریہ حجیت حدیث

روایت پسند علماء کی رائے میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور سیرت پر مشتمل وہ مستقل ماخذ شریعت ہے جو قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر اور قابل عمل حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے مطابق حدیث نہ صرف قرآن کی تفسیر کرتی ہے بلکہ قرآن کے مجمل احکام کو تفصیل سے واضح کرتی ہے۔ امت کے اجماع سے یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی اساس قرآن وسنت پر قائم ہے، اور حدیث کا انکار دراصل شریعت کے ایک بڑے حصے سے انکار کے مترادف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف

امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا قطعی ماخذ قرار دیا اور اس کی حجیت کو قرآن ہی سے ثابت کیا۔ ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قرآن کے متعدد مقامات پر واجب قرار دی گئی ہے، لہٰذا جب کوئی صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہ شریعت کے درجے میں ہوتی ہے۔

امام شافعی لکھتے ہیں:

لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔[7]

امام بخاری رحمہ اللہ کا نقطہ نظر

امام بخاری نے اپنی معروف کتاب الجامع الصحیح (صحیح بخاری) میں صرف ان احادیث کو شامل کیا جن کی صحت پر انہیں مکمل اطمینان تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شریعت کے ماخذ کے طور پر حدیث کی حیثیت ناگزیر تھی، اور وہ اس کے صحیح ہونے کو شرطِ اساسی قرار دیتے تھے۔

CC BY

انہوں نے فرمایا:

میں نے صرف ان احادیث کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے جن کی صحت میں مجھے کوئی شک نہیں۔[8]

امام طحاوی رحمہ اللہ کا موقف

امام طحاوی حدیث کی حجیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قبول کرتے ہیں، کیونکہ وہ وحی ہے، جس طرح قرآن وحی ہے۔[9]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی وضاحت

امام بیہقی حدیث کو قرآن کے بعد دینی ہدایت کا لازمی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب "المدخل" میں لکھتے ہیں:

اگر سنت نہ ہو تو بہت سے قرآنی احکام کی وضاحت ممکن نہ ہو، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کی تفصیلات صرف سنت سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔[10]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی رائے

مولانا مودودی نے حدیث کی آئینی اور دینی حیثیت پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ وہ لکھتے ہیں:

اگر ہم سنت کو حجت نہ مانیں تو نہ صرف دین کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا بلکہ اسلام کا عملی نظام بھی ناقابل فہم ہو جائے گا۔[11]

تجدد پسند علماء کا نظریہ حُجیتِ حدیث

جدید دور میں بعض اسلامی مفکرین نے حدیث کی مطلق حجیت کو چیلنج کرتے ہوئے اس پر عقلی و تاریخی تنقید کی بنیاد رکھی۔ ان مفکرین کے نزدیک حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن سے متصادم نہ ہو، عقلِ عامہ کے مطابق ہو، اور اس کے تاریخی سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے۔ یہ فکر دراصل مغرب کے فکری اثرات، استشراقی تحقیقات اور سائنسی عقلیت سے متاثر ہو کر پروان چڑھی۔

انکار حدیث کے فتنہ کی ابتداء

اسلامی تاریخ میں حدیث و سنت کے ایک قابل قدر حصہ کو ناقابل اعتبار ٹھہرانے کا فتنہ سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں صراط مستقیم سے منحرف فرقہ خوارج و معتزلہ وغیرہ نے اٹھایا، یہ گم کردہ راہ فرقے قرآن اور اسلام کے حوالہ سے اپنی خود تراشیدہ جن باتوں کو بحیثیت دین رواج دینے کے درپے تھے چونکہ حدیث رسول کو دین کا ماخذ مانتے ہوئے یہ ممکن نہیں تھا، اس لیے انھوں نے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ایک بڑے حصے کی حجیت کا انکار کر دیا، مگر یہ فتنہ تادیر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکا۔ تیسری صدی کے گذرنے کے ساتھ یہ فتنہ بھی گم نامی کی قبر میں دفن ہو گیا، پھر صدیوں تک اسلامی دنیا میں حجیت حدیث کے انکار کی مدہم سی مدہم آواز بھی سنی نہیں گئی، یہاں تک کہ تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں تاریخ نے اپنے آپ کو پھر دہرایا اور غلام ہندوستان سے سر سید احمد خاں اور ان کے فکری رفقاء مولوی چراغ علی، مولوی امیر علی شیعی وغیرہ نے موت کی نیند سوئے فتنہ کو پھر سے جگا دیا۔

سر سید احمد خان بر صغیر میں تجدد پسند فکر کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے حدیث کو دین کا مستقل ماخذ ماننے سے انکار کیا اور قرآن کو واحد معیارِ حق قرار دیا۔

غلام احمد پرویز کا نظریہ

غلام احمد پرویز نے حدیث کی حجیت کو کلی طور پر چیلنج کیا۔ ان کے نزدیک صرف قرآن قطعی ماخذ ہدایت ہے، اور احادیث چونکہ ظنی الثبوت ہیں، اس لیے انہیں عقائد یا احکام شرعیہ میں بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ وہ لکھتے ہیں:

"حدیث کو دین کا مستقل ماخذ سمجھنا قرآن کی خود کفالت پر عدمِ اعتماد کے مترادف ہے۔"

پرویز اینڈ کمپنی چونکہ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہیں' لہذا عوام الناس کے ذہنوں میں یہ ایک عام تاثر پیدا ہوتا ہے کہ پرویز صرف منکر حدیث ہے اور وہ قرآنی تعلیمات پر سختی سے کاربند ہے۔ لہذا ہم یہ صراحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پرویز جس طرح منکر حدیث ہے' اسی طرح وہ منکر قرآن بھی ہے' کیونکہ اس نے قرآنی آیات کے متعین اور متوارث معانی و مفاہیم کو بدل کر ان کو اپنا وضع کردہ لباس پہنایا ہے' اس کے نزدیک کلمہ' نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' قربانی وغیرہ کے وہ معنٰی نہیں ہیں جو کہ مسلمانوں میں عہد نبوی سے لے کر تا حال مشہور و متعارف ہیں' بلکہ اصل معانی وہ ہیں جو تیرہ سو برس بعد صرف غلام احمد پرویز کو سمجھنا نصیب ہوئے ہیں اور جن سے آج تک پوری امت مسلمہ بے گانہ اور بے خبر رہی ہے۔

CC BY

پرویز کلمہ طیبہ کے معنی کیا کرتا ہے۔

لاالہ الااللہ قانون صرف خدا کا ہے کسی اور کا نہیں۔ محمد رسول اللہ محمد کی پوزیشن اتنی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے اسے بھی یہ کوئی حق نہیں کہ وہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ [12] (نعوذ باللہ)

دیکھیں کہ پرویز نے الٰہ کا مشہور ترجمہ: ''معبود'' کو چھوڑ کر اس کا ترجمہ قانون سے کیا۔ گویا عبادت کے لائق کسی ہستی کا وجود ہی نہیں' ہاں خدا کے نام سے کوئی ہستی ہے تو یہ صرف وہ ہے جس کا قانون ماننا چاہئے اور اس کی عبادت کا کوئی ذکر نہیں۔

محمد رسول اللہ کے معنی میں رسول اللہ ﷺ کو صرف مبلغ یعنی پہنچانے والا بتایا گیا ہے اور آپ ﷺ کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے اس کی تشریح و توضیح کریں یہ صراحۃً انکارِ حدیث ہے۔

روایت پسند اور تجدد پسند آراء کا تقابلی جائزہ

اسلامی شریعت کے مصادر کی بحث میں "حدیث کی حجیت" ایک ایسا نکتہ ہے جس پر صدیوں سے امتِ مسلمہ کے علماء کا اجماع رہا ہے۔ تاہم جدید دور میں بعض مفکرین نے اس اجماعی موقف کو چیلنج کیا اور حدیث کی حیثیت پر نظرِ ثانی کی دعوت دی۔ چنانچہ روایت پسند اور تجدد پسند مکاتبِ فکر کے مابین واضح فکری تفریق سامنے آتی ہے۔ ان دونوں نقطہ نظر کا تقابلی مطالعہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ماخذ شریعت کی تعیین

روایت پسند علماء کے نزدیک حدیث دین کا دوسرا قطعی ماخذ ہے، جسے قرآن کے بعد براہِ راست وحی کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی سنت واجب الاتباع ہے اور اس سے انکار درحقیقت قرآن کی بھی خلاف ورزی ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ [13]

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

بغیر احادیث اور اقوال صحابہ کے نہ نماز، نہ زورہ، نہ حج، نہ زکوۃ، نہ خلع نہ طلاق، اور نہ جہاد و قتال اور نہ اعداء اللہ سے صلح و جنگ کسی شئ کی بھی حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات اور سیاست مکیہ اور مدنیہ سب ہی کا ذکر ہے لیکن کیا ان تمام امور کو بغیر احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کے سمجھا جا سکتا ہے؟

رب تعالی نے صحابہ کرام کے ہاتھوں سے قیصر و کسری کے خزائن تقسیم کرائے تاکہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کو

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ۔ [14]

کی تفسیر معلوم ہو۔

پس جس طرح نبی ﷺ کے اقوال و افعال قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ اسی طرح درجہ ثانیہ میں حضرات صحابہ کے اقوال و افعال بھی قرآن کریم اور حدیث نبوی کی تفسیر اور شرح ہیں۔ بغیر ان کی رہنمائی کے قرآن کا مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ صدہا روایات سے صحابہ کرام کا نبی ﷺ سے آیات قرآنیہ کے متعلق سوالات کرنا اور حضور ﷺ کا جوابات دینا ثابت ہے۔ [15]

اس کے برعکس تجدد پسند مفکرین، جیسے سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمن، صرف قرآن کو ماخذ دین مانتے ہیں اور حدیث کو یا تو ثانوی ماخذ سمجھتے ہیں یا محض تاریخی ریکارڈ۔ ان کے نزدیک حدیث کی حجیت مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے۔

سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

"قرآن ایک مکمل کتاب ہے اور اس کو سمجھنے کے لیے کسی اور ماخذ کی ضرورت نہیں۔ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو وہی قابل قبول ہے، ورنہ رد کر دی جائے گی۔ [16]

حدیث کی صحت و سند پر اعتماد

OPEN ACCESS

روایت پسند علماء نے حدیث کی صحت جانچنے کے لیے صدیوں پر محیط ایک مفصل اصولی نظام قائم کیا جس میں اسناد، رجال کی تحقیق، اور متن کی جانچ شامل ہے۔ یہ تمام اصول علمِ مصطلح الحدیث کا حصہ ہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر علماء نے صحیح، حسن، ضعیف، موضوع وغیرہ کی درجہ بندی کی۔

جبکہ تجدد پسند مفکرین اس اصولی ڈھانچے کو یا تو ناقابلِ اعتماد سمجھتے ہیں یا محض انسانی کاوش قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کی تاریخی اسناد پر مکمل اعتماد ممکن نہیں۔

عقل اور جدید تقاضوں سے مطابقت

روایت پسند علماء کے نزدیک عقل کا مقام اپنی جگہ اہم ہے، لیکن وہ نصوص (قرآن و سنت) پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو وہ عقلاً بھی قابل قبول ہے، چاہے اس کا مفہوم مکمل طور پر عقل کی گرفت میں نہ آئے۔

تجدد پسند علماء اس کے برعکس عقل کو معیارِ قبولیت قرار دیتے ہیں۔ وہ ہر حدیث کو عقلی معیار پر پرکھتے ہیں، اور اگر وہ انہیں خلافِ عقل یا غیر سائنسی معلوم ہو تو رد کر دیتے ہیں۔

غلام احمد پرویز لکھتا ہیں

"حدیث کو دین کا مستقل ماخذ سمجھنا قرآن کی خود کفالت پر عدمِ اعتماد کے مترادف ہے۔"(17)

نتائج

یہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ امتِ مسلمہ کے علمی حلقوں میں حدیث کی حیثیت پر دو واضح مکاتبِ فکر موجود ہیں۔

روایت پسند علماء: حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا قطعی ماخذ شریعت تسلیم کرتے ہیں۔

تجدد پسند مفکرین: قرآن کو واحد اصل ماخذ مانتے ہوئے حدیث کو مشروط یا تاریخی حیثیت دیتے ہیں۔

روایت پسند علماء کا مؤقف علمی روایت، اجماعِ امت، اصولِ حدیث، فقہ، اور تفسیر کی سینکڑوں سالہ محنت پر مبنی ہے۔ یہ مؤقف امت کے دینی، قانونی اور اخلاقی ڈھانچے کو مستحکم بناتا ہے۔

تجدد پسندوں کی رائے جدید ذہن اور عقل کو تسکین تو دیتی ہے، لیکن وہ دین کے اجماعی ڈھانچے کو کمزور کرنے کا خطرہ رکھتی ہے۔ اس فکر سے دینی مصادر پر عدمِ اعتماد، انفرادیت پسندی اور متن کی تحلیل کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

اس تقابلی جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے احکام مجمل ہیں جن کی وضاحت اور عملی تعبیر حدیث و سنت کے بغیر ممکن نہیں، جیسے نماز کی رکعات، زکوٰۃ کے نصاب، حج کے مناسک وغیرہ۔

روایت پسند نقطۂ نظر سے سنتِ نبویؐ کو صرف سیرت کا بیانیہ نہ مانا جائے، بلکہ اس کی تشریعی و قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔ تجدد پسندوں کا یہ مؤقف کہ سنت صرف "اخلاقی مثال" ہے، امت کے علمی ورثے سے انحراف ہے۔

اگرچہ روایت پسند حدیث کو نقلی بنیاد پر حجت مانتے ہیں، لیکن ان کے دلائل میں عقلی پہلو بھی نمایاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبیؐ کا مقصد صرف قرآن پہنچانا نہیں بلکہ اس کی عملی تعلیم دینا بھی تھا، جو سنت کے بغیر ممکن نہیں۔

اس مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجدد پسند علماء میں باہمی اختلافات بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً سر سید، پرویز اور فضل الرحمن کے درمیان حدیث کی حیثیت کے باب میں کوئی متفقہ مؤقف موجود نہیں، جو خود اس فکر کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔

سفارشات

حدیث کی تعلیم کو دینی مدارس اور عصری جامعات میں متوازن انداز میں شامل کیا جائے۔

حدیث کی حجیت، اصولِ حدیث، تاریخِ حدیث اور معاصر تنقیدات کو جامع انداز میں پڑھایا جائے تاکہ طلبہ روایت پسند اور تجدد پسند دونوں زاویوں سے آگاہ ہو کر متوازن رائے قائم کر سکیں۔

CC BY

حدیث کی حجیت پر جدید اسلوب میں تحقیقی لٹریچر تیار کیا جائے۔

تجدد پسند فکر کے چیلنجز کو سمجھتے ہوئے روایت پسند علماء کو چاہیے کہ جدید زبان، استدلال اور منطقی انداز میں حدیث کی حجیت کے دلائل پر مبنی مواد تیار کریں، تاکہ نوجوان نسل کو علمی طور پر مطمئن کیا جا سکے۔

تاریخِ حدیث اور علمِ مصطلح کو عام فہم انداز میں فروغ دیا جائے۔

عام طبقے میں حدیث پر ہونے والے اعتراضات کے ازالے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حدیث کی تدوین، صحت کے اصول، اور سند و متن کے نظام کو سادہ انداز میں عوام تک پہنچایا جائے۔

موجودہ دور کے سائل ذہن کو سامنے رکھ کر فقہی و اصولی کتب کی نئی شرحیں لکھی جائیں۔

حدیث کی حجیت پر موجود پرانی کتب کو نئے اسلوب میں، نئے سوالات کے جوابات کے ساتھ پیش کیا جائے تاکہ جدید ذہن کو اطمینان حاصل ہو اور روایت کے ساتھ تعلق مضبوط ہو۔

بین المکاتبہ مکالمے کو فروغ دیا جائے۔

روایت پسند اور تجدد پسند اہلِ علم کے مابین سنجیدہ، علمی اور باادب مکالمہ قائم ہونا چاہیے تاکہ دونوں پہلوؤں کو سمجھ کر امت کو فکری وحدت کی طرف لایا جا سکے، بجائے اس کے کہ باہمی تکفیر یا تنقیص کی فضا قائم ہو۔

حدیث اور سنت کی حجیت پر عوامی آگاہی مہم شروع کی جائے۔

میڈیا، خطباتِ جمعہ، لیکچرز، اور سوشل میڈیا کے ذریعے عوام کو یہ باور کرایا جائے کہ نبی ﷺ کی سنت محض تاریخی قصے نہیں بلکہ شریعت کا باقاعدہ حصہ ہیں، اور ان کی اطاعت قرآن ہی کا تقاضا ہے۔

مصادر و مراجع

1-القرآن الکریم۔

2-سر سید احمد خان، تفسیر القرآن۔

3-محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر،۔

4-امام شافعی، الرسالہ، مطبوعہ دار الفکر۔

5-ابو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار، دار الکتب العلمیۃ۔

6- عثمانی، ظفر احمد مولانا، اعلاء السنن۔

7-سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت۔

7-مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد۔

8-غلام احمد پرویز، سلیم کے نام خط

حوالہ جات

---

[1]-مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، ص 23

[2]-القرآن، 4:69۔

CC BY

[3]-القرآن،15:36۔

[4]-مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حجیت حدیث، مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد، ص24

[5]-القرآن،40:12۔

[6]-القرآن،80:4۔

[7]-امام شافعی،الرسالہ، مطبوعہ دار الفکر،2001ء، صفحہ 53

[8]-محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، جلد اول، ص 5

[9]-ابو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار، دار الکتب العلمیہ، جلد 1، ص12

[10]-احمد بن حسین البیہقی، المدخل، دار الکتب العلمیہ، ص123

[11]-سید ابوالاعلیٰ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص22

[12]-غلام احمد پرویز، سلیم کے نام خط، ج2، ص38

[13]-القرآن،80:4۔

[14]-القرآن،41:8۔

[15]-عہد صحابہ کے تفسیری ماخذ میں قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے اولین ماخذ قرآن کریم خود اور نبی کریم ﷺ کی ہدایات و تعلیمات تھیں۔ ذہبی، التفسیر والمفسرون۔ ج1: ص37

[16]-سر سید احمد خان، تفسیر القرآن، مطبوعہ مطبع مفید عام، جلد 1، ص15

[17]-غلام احمد پرویز، معرکۂ حدیث، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، 1966ء، صفحہ 73